جومسئلہ سمجھ میں نہ آئے وہ کسی مستند و ماہر مفتی سے معلوم کرلیں۔ (ابوزبیر)

آپ کے مسائل اور اس کے جوابات (38)

از مفتی محمد صاحب

دارالافتاء، جامعۃ الرشید، احسن آباد، کراچی

مضامین:

☆ سودی بینک کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھوانا

☆ گرتی ہوئی کرنسی کے نقصان سے بچنے کی ایک جائز تدبیر

☆ خواتین کا شرعی لباس کیسا ہونا چاہیے؟

☆ خواتین کے غیر شرعی لباس سینے والے کی کمائی

☆ مسئلہ میراث ☆ آٹھ روپے والا لفافہ دس میں فروخت کرنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سودی بینک کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھوانا:

سوال: میں کافی عرصے سے ضربِ مؤمن کا مستقل قاری ہوں۔ اسے دینی معاملات ومسائل میں علمی معلومات کا اہم ذریعہ سمجھتا ہوں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ علماءِ کرام معاشرتی مسائل کی نشاندہی تو کرتے ہیں لیکن دینی نقطہ نظر سے ان کا کوئی قابل عمل حل تجویز نہیں کرتے۔ ضربِ مؤمن کے شمارہ 7 تا 13 شوال 1431 ھ میں عبدالحنان صاحب کا کالم ''سود کی لعنت'' پڑھا، جس میں انہوں نے سرکاری بینک مثلاً نیشنل، الحبیب وغیرہ میں کرنٹ اکاؤنٹ میں پیسے رکھنے کو بھی سود سے تعبیر کیا ہے۔ جبکہ آج تک ہم کو یہی معلوم تھا کہ کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھنا جائز ہے۔ اگر یہ فعل ناجائز ہے تو پھر وضاحت فرمائیں کہ کون سے بینک کے کون سے اکاؤنٹ میں پیسہ رکھنا جائز ہے اور ایسے بینکوں سے متعلق حکومت کی کوئی ضمانت ہے؟ (محمد حسان۔ فیصل آباد)

جواب: تمام علماءِ کرام کے بارے میں تو یہ کہنا درست نہیں کہ وہ معاشی ومعاشرتی مسائل تو بتاتے ہیں لیکن قابل عمل حل تجویز نہیں کرتے، بہت سارے علماءِ کرام قابل عمل حل بھی بتاتے ہیں۔ ہاں یہ درست ہے کہ سب ایسا نہیں کرتے، اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ معاشی مسائل کا حل بتانا کافی پیچیدہ کام ہے جو بہت تحقیق اور احتیاط چاہتا ہے جو ایک ماہر اور کہنہ مشق عالم ہی کرسکتا ہے، نیز عام وعظ ونصیحت کی مجلس میں ایسے مشکل مسائل بتانا بعض اوقات عوام کے لیے تشویش کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے اس لیے ہر آدمی اس کو نہیں سمجھ سکتا، البتہ جس کو ضرورت ہو وہ ایسے مسائل کے حل کے لیے کسی مستند دارالافتاء سے رجوع کرے تو ان شاء اللہ اس کو اپنے مسائل کا قابل عمل حل مل جائے گا۔

کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھوانے سے متعلق علماءِ کرام کی دو رائے ہیں: کچھ علماءِ کرام اس کو اس لیے

ناجائز سمجھتے ہیں کہ کرنٹ اکاؤنٹ کا پیسہ سود میں استعمال ہوتا ہے اگرچہ اس کا سودی نفع اکاؤنٹ ہولڈر کو نہیں ملتا، تاہم پیسہ تو بہر حال سودی کاروبار اور لین دین میں استعمال ہوتا ہے جو کہ ایک طرح سود کی ترویج میں تعاون ہے۔ دوسرے علماءِ کرام کی رائے یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھنا جائز ہے، اس رقم کو سودی کاروبار میں استعمال کرنا بنک کا فعل ہے جس سے اکاؤنٹ ہولڈر کا تعلق نہیں۔ جب تک غیر سودی بینک وجود میں نہیں آئے تھے مجبوری اور ضرورت میں دوسری رائے پر عمل کرنے کی گنجائش تھی، اب جب غیر سودی بینک بھی موجود ہیں تو بوقتِ ضرورت ایسے غیر سودی بینکوں میں اکاؤنٹ کھلوانا چاہیے جن کی نگرانی مستند علماء کرام کر رہے ہیں۔ جب تک کسی سودی بینک میں اکاؤنٹ کھلوانے کی واقعی شدید مجبوری نہ ہو اس سے اجتناب کیا جائے۔

گرتی ہوئی کرنسی کے نقصان سے بچنے کی ایک جائز تدبیر:

سوال: میں ایک چھوٹا سا سرکاری ملازم ہوں۔ قلیل تنخواہ کی وجہ سے سادگی سے زندگی گزارتا ہوں۔ کسی مہینے تنگی سے وقت گزار کر کچھ رقم بچاتا ہوں تاکہ بوقتِ ضرورت یا پھر بچوں کے کام آسکے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ مسلسل پاکستانی کرنسی ڈی ویلیو ہونے کی وجہ سے آج جو رقم جمع ہے صرف ایک سال بعد ہی اس کی آدھی ویلیو رہ جاتی ہے۔ مہنگائی کا گراف دن بدن اوپر جاتا ہے، شدت سے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ آج جو کچھ جمع کرتے ہیں خود کو تنگی میں ڈال کر، تاکہ کسی مشکل وقت میں کام آسکے اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ بھی ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ جس وقت سود کی حرمت کا حکم آیا تھا اس وقت رائج کرنسی کو تنزل نہیں تھا یعنی ڈی ویلیو نہیں ہوتی تھی۔

مہربانی فرما کر تشفی بخش جواب سے ہمارے اس مسئلے کا حل بتائیں۔ میرے جیسے بہت سے اور لوگوں کا بھی بھلا ہو جائے گا جو خود کو حرام سے بچانا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مالی طور پر بھی وہ کسی حد تک اپنے مسائل پر قابو پالیں، اس لیے کہ زیادہ غربت بھی انسان کو دین سے دور لے جاتی ہے (عام انسان کو)،

جبکہ اسلام تو ہم کو دینی اور دنیوی حالات میں آگے دیکھنا چاہتا ہے۔ (محمد حسان ۔ فیصل آباد)

جواب: اس مسئلہ کا حل یہ ہوسکتا ہے کہ آپ نقد کی بجائے سونا، چاندی یا ایسے ملک کی کرنسی خرید کر رکھا کریں جو عام طور پر مستحکم رہتی ہو اور بہت کم ڈی ویلیو ہوتی ہو۔

خواتین کا شرعی لباس کیسا ہونا چاہیے؟

سوال: عموماً دیندار خواتین میں بھی یہ بات دیکھی گئی ہے کہ ان کی قمیص کا گلا سینے سے گولائی میں کٹا ہوتا اور سینے کا کچھ حصہ نظر آتا ہے۔ البتہ دیندار خواتین دوپٹہ اس طرح اوڑھتی ہیں کہ غیر محرم مردوں سے سینہ چھپا رہتا ہے، لیکن گھر کے کام کاج کرتے وقت مثلاً جھاڑو دیتے وقت، کپڑے دھوتے وقت ان کا دوپٹہ بھی صرف گلے میں لپٹا ہوتا ہے اور سینہ نظر آتا ہے، پھر اگرچہ گھر میں شرعی پردہ ہو لیکن عموماً دو یا تین چار بھائیوں کی رہائش اکٹھی ہوتی ہے اور دن میں کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ کام کرتے وقت ان کے سینے پر دیور یا جیٹھ وغیرہ کی نظر پڑ جاتی ہے۔ عموماً اکٹھی رہائش کی صورت میں سسر اچانک ہی آجاتے ہیں، اجازت کا رواج بھی کم ہے، اس طرح بہو پر نگاہ پڑ جاتی ہے۔

خلاصۂ سوال یہ ہے کہ عورتیں اگرچہ عام طور پر دوپٹہ اوڑھے رکھتی ہوں، کیا قمیص میں سینہ کی جگہ اتنا خالی رکھنا درست ہے خاص کر جبکہ دن میں کئی مرتبہ غیر محرموں اور سسر کی نظر پڑ جاتی ہو؟ اور لباس میں شرعاً کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے؟ (کلیم اللہ ۔ میانوالی)

جواب: شرعی لباس میں درجِ ذیل اُمور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

☆ لباس ساتر ہو یعنی بدن کو چھپانے والا ہو، اس میں تین باتوں کی رعایت رکھنا شامل ہے:

(1) شریعت نے بدن کے جتنے حصے کے چھپانے کو لازم قرار دیا ہے اس میں سے کوئی حصہ کھلا ہوا نہ ہو۔ آزاد عورت کا ہاتھ پاؤں کے علاوہ باقی سارا بدن ایسا ہے جس کو شریعت نے نامحرموں سے چھپانے کا حکم

دیا ہے، اس لیے نامحرم کی موجودگی میں عورت کا لباس ایسا ہونا چاہیے جس میں سارا بدن چھپا ہوا ہو۔

(2) وہ لباس اتنا موٹا ہو کہ اس سے جسم نہ جھلکتا ہو۔

(3) وہ اتنا چست اور تنگ نہ ہو جس سے جسم کے اعضاء کی بناوٹ ظاہر ہونے لگے۔

☆ اس میں غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

لہٰذا وہ لباس جو صرف غیر مسلم عورتوں کا شعار ہو اس سے بچنا لازم ہے۔

☆ فخر و نام و نمود کے لیے نہ پہنا جائے۔

سوال میں ذکر کی گئی قمیص میں چونکہ سینہ کی تھوڑی سی جگہ کھلی ہوتی ہے اس لیے اس قمیص کو اگر دوپٹے کے ساتھ پہنا جائے تو درست ہے، ورنہ نہیں۔ جب گھر میں بار بار غیر محرم مردوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے تو خواتین پر لازم ہے کہ وہ دوپٹہ رکھنے کا اہتمام کریں۔

سسر سے شرعاً پردہ نہیں، البتہ دیور جیٹھ پردے کے معاملے میں اجنبی کے حکم میں ہیں۔

باقی بھائیوں کی اکٹھی رہائش کی اجازت ایک شرعی مجبوری کے پیشِ نظر دی گئی ہے، اگر استطاعت ہو تو الگ رہنا بہتر ہے، تاہم مجبوری کی وجہ سے اکٹھے رہنے کی اجازت درجِ ذیل شرائط کے ساتھ مشروط ہے:

(1) دیور جیٹھ وغیرہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے کھنکار کر یا دستک دے کر آئیں۔

(2) عورت قدموں کی آہٹ وغیرہ سن کر اپنے پردے کو مزید درست کر لے۔

(3) کام کاج کرتے وقت چست لباس ہرگز نہ پہنے، کھلا لباس پہنے، بہتر یہ ہے کہ ایک بڑی چادر اوڑھ کر رکھے جس میں پورا جسم چھپا رہے۔

(4) بلاضرورت بات چیت اور سامنے آنے سے مکمل اجتناب کرے۔

اس معاملے میں زیادہ ذمہ داری عورت پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے پردے کا اہتمام کرے کیونکہ پردے کا حکم عورتوں کو ہے نہ کہ مردوں کو۔ سوال میں پردے کے معاملے میں عورت کی جن بے احتیاطیوں کا ذکر

کیا گیا ہے جیسے دوپٹہ صرف گلے میں لپٹا ہوا ہونا وغیرہ، غیر محرموں کی موجودگی میں یا ان کے اچانک آنے کے اندیشہ کے وقت ایسی بے احتیاطی گناہ ہے۔

خواتین کے غیر شرعی لباس سینے والے کی کمائی:

سوال: خواتین کے غیر شرعی لباس سینے والے درزی کی کمائی اور ان کے اس فعل سے متعلق کیا حکم ہے؟ آخر میں درخواست ہے کہ خواتین کے لباس سے متعلق صحیح اسلامی طریقہ کار بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (کلیم اللہ ۔ میانوالی)

جواب: درزی خواتین کے جو لباس بناتا ہے اس کا جائز استعمال بھی ہوسکتا ہے کہ عورت وہ لباس صرف شوہر کے سامنے پہنے، نامحرموں کے سامنے نہ پہنے، اس لیے درزی کی کمائی حرام نہیں، تاہم اگر درزی کو یہ علم ہو کہ یہ لباس نامحرموں کے سامنے استعمال ہوگا تو اس صورت میں ایسے لباس بنانے سے بچنا لازم ہے۔ باقی خواتین کے لباس کے اوصاف گزشتہ سوال کے جواب میں لکھ دیے گئے ہیں۔

مسئلہ میراث:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ سے متعلق کہ ایک آدمی بنام محمد فوت ہوگیا۔ اس نے اپنے ورثاء میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑیں جبکہ ترکہ میں تقریباً 390 ایکڑ اراضی چھوڑی جو دوسری جائیداد کے علاوہ ہے۔

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ مرحوم نے اپنی زندگی میں 150 ایکڑ اپنی پاس بک میں اپنے نام لکھوائی جبکہ 80، 180 ایکڑ اپنے دو بیٹوں کی پاس بک میں ان کے نام کروائی۔ اور 40، 140 ایکڑ اپنی دونوں بیٹیوں کے نام کروائی۔ لیکن قبضہ صرف بیٹوں کے حوالے کیا، بیٹیوں کو قبضہ نہیں دیا، وہ بھی اس طرح کہ بڑے بیٹے کو 270 ایکڑ اور چھوٹے بیٹے کو 120 ایکڑ دیا۔

مذکورہ صورت حال کو مدِنظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل نکات پر نظر کریں:

(1) مرحوم اپنے بڑے بھائی کی وصیت ذکر کرتے ہوئے کہتا تھا کہ میرے بھائی نے بیٹیوں کو حصہ دینے کی نصیحت اور وصیت کی ہے۔

(2) مرحوم ایک صالح شخص تھا، بیٹیوں کی حق تلفی کو ناجائز اور برا سمجھتا تھا۔

(3) مرحوم کی بڑی بیٹی نے دورانِ زندگی جب اپنے باپ سے حصہ مانگا تو اس نے کہا کہ ابھی نہیں بلکہ میری وفات کے بعد۔

وفاتِ مرحوم کے بعد جب چھوٹے بیٹے سے حصۂ میراث کا مطالبہ کیا گیا تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے میں بھی حصہ دیتا ہوں اور بڑے بھائی کو بھی کہتا ہوں۔ بڑے بھائی سے جب درخواست کی گئی تو اس نے تو واضح لفظوں میں کہا کہ زمین سے لے کر گھر تک بہنوں کا حصہ ہے، اگر وہ سنبھالتی ہیں تو ٹھیک ہے اور اپنے بھانجوں کو پاس بک بھی حوالے کردی۔

لیکن بعد میں ایک مفتی صاحب کے اس فتویٰ ''اعتبار قبضہ کا ہے پاس بک کی تحریر کا نہیں'' کو بنیاد بنا کر دونوں بھائی بہنوں کو زمین نہیں دے رہے ہیں۔ چھوٹے بھائی نے اپنے بیٹوں سمیت بہنوں سے قطع کلامی کرلی ہے جبکہ بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی کے بہکاوے میں آکر پس وپیش سے کام لے رہا ہے۔ ایک دو مرتبہ کہا کہ میں دے دیتا ہوں، بھائی کا ذمہ مجھ پر نہیں لیکن دیا نہیں۔ اب شرعی حساب سے بتائیں کہ:

(1) بہنوں کو میراث کے مطالبے کا حق ہے یا نہیں؟

(2) میراث کے مطالبہ کی وجہ سے انہیں ڈرانا اور دھمکانا جائز ہے یا نہیں؟

(3) مفتی صاحب کا فتویٰ درست ہے؟ جبکہ خود بیٹے اقرار کرچکے ہیں کہ ہمیں زمین عاریۃً ملی ہے نہ کہ تملیکاً۔

(4) زمین کے علاوہ دوسری جائیداد میں بھی بہنوں کا حصہ ہے یا نہیں؟

(5) بہنوں کو میراث سے محروم کرنے کا وبال کیا ہے؟

(6) میت کی فوتگی کے فوراً بعد میراث کا مطالبہ صحیح ہے یا نہیں؟

(7) اگر بطورِ فرض میت کی تملیک مان بھی لی جائے تو اس صورت میں ورثاء میت کے حق میں خیر خواہ کس صورت میں ہوں گے؟

فوراً جواب ضربِ مؤمن میں دے کر عنداللہ ماجور ہوں کیونکہ ہمیں بہت پریشانی ہے۔ (ایک سائل)

جواب: اگر واقعۃً والد نے یہ زمین بیٹوں کو عاریۃً دی ہو، تملیکاً نہ دی ہو تو شرعاً ان کی ملکیت زمین پر ثابت نہیں ہوتی، اس لیے مسئولہ صورت میں والد نے منقول و غیر منقول مال جائیداد وغیرہ جو کچھ بھی ترکہ میں چھوڑا ہے، اُن سب میں بہنوں کا حصہ ہے، جس کے مطالبے کا بہنوں کو شرعی حق ہے۔ اس مطالبہ پر ان کو ڈرانا دھمکانا اور ان کا شرعی حق ان کو نہ دینا سراسر ناجائز اور ظلم ہے، بھائیوں پر لازم ہے کہ بہنوں پر اس ظلم کے ارتکاب سے باز آئیں اور دنیا کے تھوڑے سے مال و اسباب کے لیے اپنی قبر و آخرت کو برباد نہ کریں۔

باپ نے اگر بالفرض ساری زمین بیٹوں کو مالکانہ طور پر قبضہ کرادی ہو تو والد کا یہ فعل ناجائز تھا، اب بیٹوں کو چاہیے کہ اپنے باپ کو جہنم کے انگاروں سے بچانے کے لیے بہنوں کو ان کا حصۂ میراث دے دیں۔

آٹھ روپے والا لفافہ دس میں فروخت کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کا مغربی بازار میں کتب خانہ ہے۔ پوسٹ آفس سے پرنٹ شدہ پاکستانی لفافہ آٹھ روپے کا منگواتے ہیں، پھر وہی لفافہ دس روپے کا فروخت کرتے ہیں۔ شرعی نقطہ نگاہ سے اس طرح فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ رسیدی ٹکٹ ایک روپے والا ڈیڑھ روپے کا فروخت کرتے ہیں وضاحت فرمائیں۔ (محمد طٰہٰ معاویہ جامی نقشبندی جلالپوری۔ ملتان)

جواب: اگر دھوکہ دہی اور کسی طرح کی غلط بیانی سے کام نہ لیا جائے تو شرعاً نفع کی کوئی ایسی حد متعین نہیں جس سے زیادہ نفع لینا شرعاً جائز نہ ہو۔ البتہ بازاری نرخ سے بہت زیادہ نفع لینا مروت اور اسلامی اخلاقیات کے خلاف ہے، لہٰذا مسئولہ صورت میں مذکورہ قیمت پر لفافے اور ٹکٹ فروخت کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]